

www.Paksociety.com

# پاک سوسائٹی

## سما حل تمنا

اقراء صغیر احمد

## ڈاٹ کام

www.Paksociety.com



## سراٹل تنہا

اقرا اصغیر احمد

مدت کے بعد سے وہ ستم گر ملا مجھے  
جس کی مجھے تلاش تھی گوہر ملا مجھے  
میں چاہتی تھی وہ فقط میرا جو ہمسفر  
وہ میری کائنات سے بڑھ کر ملا مجھے

وہ آج آفس میں بے حد تھک گیا تھا سارا دن سر اٹھانے کی فرصت نہیں ملی تھی شائے کمر گردن گویا ہر چوڑا کر کرہ گیا تھا۔ اس کی خواہش فوری باتھ لینے کی تھی۔ حسب عادت اس نے گھر میں داخل ہو کر ای کو سلام کیا اور بریف کیس اٹھائے میٹریڈیوں کی طرف بڑھ گیا اور جب وہ آخری میٹریڈی پر قدم رکھنے ہی والا تھا کہ کوئی راہداری سے بھاگتا ہوا آیا تھا قبل اس کے کہ وہ ایک طرف ہو کر بچاؤ کی صورت اختیار کرنا وہ کسی طوفان کی طرح اس سے ٹکرائی تھی۔ نتیجہ وہ خود کو سنبھال پایا نہ اسے تھام سکا اور لڑھکتا چلا گیا تھا۔ اسی مل دو فسوالی چیخیں ابھری تھیں جن میں سے ایک تینی کی آواز اس کے لیے غنی نہ تھی البتہ دوسری آواز بالکل نئی اجنبی تھی۔ ماحول میں جو خاموشی پھیلی ہوئی تھی اس خاموشی کو دھم دھم دھڑ دھڑ دھڑ کی تیز آوازوں نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

”الٹی خیر“، عشرت بانو یکن سے خواہاں پاختی کہتی ہوئی نکلی تھیں اور حسان اور قندیل کو لڑھکتے دیکھ کر ان کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ گھبرا کر ان کی طرف بڑھی تھیں، مینی بھی گھبراہٹ بکھلائی سی نیچے

اتر رہی تھی۔ حسان لڑھکتا ہوا نیچے فرش پر آگرا تھا اور اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ پہلے دزلی بریف کیس سر پر آگرا تھا پھر وہ مہکتا ہوا وجود جس کو ایک تھکے سے خود سے دور کر کے وہ کھڑا ہوا تھا اعصاب پہلے ہی پھٹے ہوئے مستزاد اس آفت نے کئی دروں سے آشنا کر دیا تھا۔ ان نکالیف سے زیادہ اہانت اسے اپنی اور مینی کے سامنے کرنے سے ہو رہی تھی۔ بارے فحالت کے وہ نگاہ نہ اٹھا پا رہا تھا۔

”اسٹوپڈ! کون ہو تم؟ وہ اس سے شدید غصے میں معلق ہو۔

”مینا! چیٹ تو نہیں آئی؟“ قندیل ہے بھائی ریاض کی بیٹی تمہارے دفتر جانے کے بعد آئی ہے۔“ عشرت بانو جو مینی کی از حد سنجیدہ رکھ رکھاؤ والی عادت سے واقف تھیں سمجھ رہی تھیں کہ وہ اس وقت کس قدر شرمندگی محسوس کر رہا ہے سو جلدی سے انہوں نے بات سنبھالی تھی جو اب وہ خاموشی سے واپس چلا گیا تھا اور انہوں نے آگے بڑھ کر قندیل کو سینے سے لگا لیا تھا جو اس کے رویے پر مستشدد تھی جس نے ہر کی طرح سے اسے جھڑکا تھا۔







ضرورت نہیں ہے کہیں جانے کی۔" وہ لفظ لفظ جھاک کر گویا ہوا اور چلا گیا وہ ہکا بکا کھڑی رہ گئی۔

"پچھو جان! حسان بھائی اتنے سزیل مزاج کیوں ہیں؟ بات کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے انگارے چہارے ہوں دیکھتے ہیں تو آگ کی پیش کا احساس ہوتا ہے وہ ایسے کیوں ہیں؟" وہ تپ کر عسرت کے پاس بیٹھیں۔

"ارے کیا ہوا کچھ کہا ہے اس نے؟" وہ چوٹی باندھتی ہوئی مسکرائیں۔

"شاپنگ کا کہا تھا جسٹ منج کر دیا اور باتیں علیحدہ سنائیں۔"

وہ دو بھائیوں کی اکلوتی بہن تھیں۔ ممنا ڈیڈی کے لاڈ پیار کے علاوہ بھائیوں کی بے انتہا محبت نے اسے منہ پھٹ و پر اعتماد بنا دیا تھا۔ وہ ان کی محبتوں کے بڑے ناجائز فائدے بھی اٹھاتی تھیں۔ کراچی آنے کی ضرورت بھی ان میں سے ایک تھی۔ یہاں آ کر اسے محسوس ہوا تھی عیسر اور پچھو جان کس قدر جس ذمہ زندگی ملی رہے ہیں۔ حسان نے ذمے داریاں نبھانی تھیں تو احسانات کے بوجھ ان کے کندھوں پر بھی ڈال دیئے تھے جنھوں نے ان کے خوشگوار تعلقات و محبتوں کو پٹل ڈالا تھا پر تکلف استراحت جس سے زندہ ہو رہا تھا۔ "تم دل چھوڑ مت کرو عیسر آئے گا اس کے ساتھ چلی جانا وہ منع نہیں کرے گا۔"

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا کہ وہ آپ لوگوں سے علیحدہ کیوں ہیں؟"

کنگھا ٹیلی پر رکھ کر گہرا سانس لیتی ہوئی وہ اس کے قریب بیٹھ گئیں۔

"حسان عیسر کی طرح ہی شوخ و شریر ہوا کرتا تھا تمہارے پچھو جان اس کی دلچسپ شرارتوں سے بہت محظوظ ہوا کرتے تھے۔ ان کے قریب بھی بہت تھا۔"

بیکے اپنے باپ سے پیار کرتے ہیں اسے اپنے باپ سے عشق تھا رات کو انہیں دیکھتے ہوئے سویتا تھا۔ رات اٹھتے ہی انہیں دیکھتا تھا۔ ان کی اچانک حادثاتی موت نے اسے بالکل بدل دیا۔ ان دنوں یہ فرسٹ ایئر میں تھا بہت کم عمر تھا۔ اسی کم عمر میں اس نے پڑھائی بھی مکمل کی اور بزنس بھی سنبھالا۔ آج ہم عزت و وقار کے ساتھ خوشحال زندگی گزار رہے ہیں انکی محنت ہی ہے یہ سب اگر وہ اس طرح خود کشیاں نہ نکالتا تو کون سہارا دیتا ہمیں؟ رشتے داریاں دوستیاں اچھے وقت کے لیے ہوتی ہیں برے وقت میں تو اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے کوئی نہیں پوچھتا خراب حالات میں میرے بچے نے ہماری خاطر دنیا کی ریتوں سے منہ موڑ لیا۔ اس کی عمر ہی کیا ہے میرے سترے دو سال ہی تو بڑا ہے میرا احساس دہونہا رہی۔"

نذر نے دنوں کی یادوں نے ان کی آنکھیں غمگین کر دی تھیں۔

"ایم سواری پچھو آ پ کو میری باتوں نے زخمیہ کر دیا۔"

"نہیں بیٹی! وہ مسکرا کر گویا بچی تھیں۔"

گھر سے بار بار کاڑا رہی تھیں وہ سب ہی اسے بے حد مسکراتے تھے وہ بھی انہیں مسکراتے لگی تھیں۔ یہی بار و بار ان سب سے اتار دہوتی تھی۔ ایک ماہ ہونے والا تھا۔ اب اس کی طبیعت بھی یہاں سے اچاٹ ہونے لگی تھی۔ وجہ حسان کی ذات تھی جو منہ سے تو کچھ نہیں کہتا تھا مگر اس کی وجہ چہرے پر پھیلی ہیزیاری دنگاہوں سے چھپاتی ہوئی ناگواری اس کی حساس و کوئی طبیعت سے کچھ بھی نہ رہتی تھی۔

نہ معلوم کیوں وہ اسے ناپسند کرتا تھا؟ پھولوں کے ڈھیر میں کانتوں کی جھجھکیوں کی تازگی و تفتیشی پر حاوی ہو جاتی ہے اسی طرح ان تینوں

کی بے حد محبت کے باوجود ان ایک شخص کی بیزاری و بے اعتنائی اس کی عزت نفس کو مجروح کر رہی تھی وہ جانا جا رہی تھی اسی دوران نئی کار پوزل آ گیا۔ لوگ اچھی کمپنی کے تھے وہ لڑکا حسان کے دوست کا بھائی تھا۔ ایک فورس میں انکی عہدے پر فائز تھا۔ حسان کی خواہش تھی نئی کی شادی حبیبہ رضا سے ہی ہو ان لوگوں نے نئی کی کسی تقریب میں دیکھا تھا اور وہ جان سے نڈھال ہو گئے تھے معاملہ دنوں جانب ہی منہ بولا تھا صرف قاریلیلی پر پوری کرتی تھیں۔ عشرت خاتون نے اپنی اکلوتی خندو بیا لیا تھا۔ نذر پر حبیبہ کی نکلی انوائس تھی۔

کھڑے نقوش و صاف و شفاف رنگت اور بارعب شخصیت والی آمنہ بیگم کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ حسان کی سربخ و سفید رنگت نقوش ان سے ملتے ہیں اور اس بات کا بھی اسے جلد احساس ہو گیا کہ صرف شخصیت ہی نہیں حسی و ادنیٰ باتوں کی وہ یکساں ہیں پچھو نے اس کا تعارف کروایا تھا اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے بڑی کڑی تنقیدی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے طنز و سخری کر لیا۔

"تمہارے بھائی کو تمہاری یاد آگئی؟" ہاں بھئی! نماہری بات ہے اب ماشاء اللہ حسان نے خوب ترقی کر لی ہے خیر خوشحالی تو میرے بھائی کی دور زندگی میں بھی تھی اب میرے بچے کی بے مثل محبت و ریاضت سے ڈٹی ہوئی ہے۔ ایسے لائق و قابل دولت مند لڑکوں کی سب ہی قدر کرتے ہیں پھر دنیاوی جوان ہو جائیں تو رشتے داروں کی سوئی ہوئی محبت جہاگ ہی آتی ہے یہ کوئی اجنبی کی بات نہیں۔"

وہ محنت بھرا انداز خود مری و مغروریت سے بیور لہجہ اپنی اہمیت اپنی ذات کو مد نظر رکھتے والے دوسروں

کے احساسات و جذبات کی قطعی پروا نہ کرنے والے وہ پچھو پچھو سمجھتے یکساں ذہنیت کے عکاس تھے۔ اپنے لالہ بانی بین و عہد و تپسی کے باعث وہ ان کی باتوں کا مضبوط نہ سمجھتے تھے مگر اس کی حساس طبیعت پر ان کا لکھ مارا تدار بہت گراں گزارتا تھا حسان عیسر بیٹی سب کی موجودگی میں اپنے لایا کے لیے غلط سننا اسے کوفت میں مبتلا کر گیا تھا۔ وہ ٹیلی میں آگئی تھی۔ اس نے یہ سنا بھی گوارا نہ کیا کہ پچھو اپنے بھائی یعنی اس کے پاپا کے دفاع میں کیا کہہ رہی ہیں حسان نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا پھر ان کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔

وہ کلیوں کی ماتہ نرم و نازک احساسات رکھنے والی کوئیں سی لڑکی جس کو گھر سے ملے والے بے تحاشا پیار و محبت نے دنیاوی مرفورب حسد و انقباض سے دور رکھا تھا اس کی نظر میں دنیا ایک خوش رنگ گشتان تھی جہاں پیار و محبت کے پھول کھلتے تھے جس سے اسے اپنی والی خلوص و یکا گمت کی خوشبوئیں حیات کی روح تھیں وہ ان اپنی محبت و پیار کا امرت پیتی جوان ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی حسان کے گھر والوں کے ساتھ سیات روئے نے اسے متحرک کیا تھا اور آج آمنہ پچھو کی بدگمانیوں بھرے سخت رویے نے اسے ابھرنے میں ہٹا کر دیا تھا اور یہ پڑھوگی اس پر طاری رہی تھی۔ نئی کے سسرال والے آئے تھے تھے وہ شکون کے طور پر اس کے ہاتھ میں بڑی رقم رکھ گئے تھے۔ اس کی حساس و سسرال اور دونوں کواری مندریں اسی جتنے ممکن کرنا چاہ رہی تھیں اور شادی دو ماہ بعد مگر یہاں بھی آمنہ پچھو کی بد مزاجی و سخت کلائی نے انہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا تھا کہ ان کے خاندان میں اس طرح کی شکیلی پر مرمیوں نہیں جانی جاتی۔ صبر کریں وہ لوگ اچھے تھے جوان کی بات کا احترام کیا تھا پر مانے بغیر۔



”ہائے پانفر! اتنی اداس اداس کیوں ہو۔ پچھو جان سے ملنے کے بعد بالکل چپ ہو گئی ہوں کی بات بری لگ گئی ہے؟“ مہمانوں کے جانے کے بعد عمیر اس کے پاس آ کر انتظار کرتے لگا۔

”یاں! ان کو پاپا کے متعلق ایسی بات نہیں کہنا چاہئے تھی پاپا پچھو سے بہت محبت کرتے ہیں بلکہ ماما بھائی سب ہی ان سے محبت کرتے ہیں۔“ وہ صاف گوئی سے اعتراف کرتی تھی۔

”اوہ۔ ڈونٹ مائنڈ ڈیز! پچھو جان ترہان کی خراب ہیں مگر دل کی بہت اچھی ہیں جتنا حصہ کرنی ہیں اتنا پیار بھی ہم سب سے پیار کرتی ہیں مگر حسان بھائی میں ان کی جان ہے۔“

”میں نہیں مانتی کہ دل کا اچھا ہونا مجھے کہتے ہیں؟ ہمارا تعلق ترہان سے ہوتا ہے ہمیں وہی اچھا لگے گا جس کی زبان اچھی ہوگی اخلاق بہتر ہوگا دل کی جانچ پڑتال اللہ کا کام ہے بندوں کا نہیں۔“

”اوہ! آپ تو بیری طرح سے برت ہوئی ہیں سوئیٹ گرل! چلو کہیں باہر چلتے ہیں تاکہ آپ کا موڈ اچھا ہو سکے۔“ عمیر نے پچھو کے ترش رویے کے ازالے کی خاطر اسے سی دیو لے جانے کی آفر کی مگر اس نے انکار کر دیا۔

عشرت خاتون کا تعلق ہائی سوسائٹی کے ایک عزت دار گھرانے سے تھا اس دور میں جہاں لوگ ذات پات قوم و برادری کے دھم سے نکل کر آپس میں رہتے دار ہاں مربوط کرنے لگے تھے ایسے میں ابھی بھی ان کے خاندان میں لڑکے لڑکیاں خصوصاً لڑکیوں کی شادیاں غیر خاندان یا غیر برادری میں کرنے کو برا سمجھا جاتا تھا۔ خواہ لڑکیاں گھر بیٹھی رشتہوں کے انتظار میں بوڑھی ہو جائیں یا بے جود شریک حیات کے ساتھ زندگی کو مزا کی مانند

گزار دیں۔ اس سے کسی کو کوئی سروکار نہ تھا اگر فکر تھی صرف خاندانی نام نہاد ”ناگ“ کی اور ایسے میں ان کی اپنے کلاس فیلو عارف سے کورٹ میرٹ اس خاندان ناگ کو کاٹنے کے مترادف تھی جس کی پاداش میر انیس خاندان سے بے دخلی والا تعلق کا پروانہ ملا تھا۔ ماں باپ بھائی نے ان سے ہمیشہ کے لئے تعلق قطع کر لیا تھا جس کا حال انیس شادی کے کچھ عرصے تک بالکل نہیں ہوا مگر جب زندگی کی حقیقی صورت محبت نقاب الٹ کر ان کے سامنے آئی تو معلوم ہوا محبت محض چار دن کی چاندنی کے سوا کچھ نہیں قبر کے بارے میں کہا جاتا ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھ۔ پہلی مثال سسرال کے بارے میں بھی ان کو رائے تھی کیونکہ ایک گڑھ جیسے جی ان کے نصیب میں آ گیا تھا جہاں رات دن ان پر زبان کے چابک برسائے جاتے تھے اپنی پسند سے شادی کرتے پران کو ایسے ایسے شرمناک القابات سے نوازا جاتا کہ شرم سے خود ہی نگاہ نہ مل پاتی تھیں۔ عارف جنہوں نے ان کے ہزارہہ نہ رہنے کی قسمیں کھائی تھیں جن کے وعدے میں پورے اترے تھے مگر نوم حریفی اور کچھ بزدل فطرت ہونے کے باعث وہ اپنے گھر والوں سے اسے وہ حقوق نہ دلوا سکے جو لڑکے بہو ہونے کے باطن اس کے ملنے تھے کیونکہ وہ جی آئی تھی لائی نہ گئی تھی سو کسی سے بھی وہ عزت و احترام رتبہ نہ پا سکی تھی جو اس کا حق تھا۔ ان کے دل جیتنے کے لیے اس نے اپنی انا و خود داری کو مار ڈالا تھا دن رات نوکروں کی موجودگی میں ان کی خدمت کے لیے مشین بن گئی تھیں مگر پھر بھی خود پر چسپاں ”بھگورڈ ہو“ کا ٹیٹل نہ ہٹا سکی تھیں۔ عارف زیادتی سے باز نہ آتے تھے لیکن وہ اس کی حمایت میں لب را کرنے سے

بے ہوش تھے۔ ان کے خیال میں جذبات میں آ کر انہوں نے اپنے ماں باپ، بھائی کے ان ارمانوں کا خون کیا ہے جو ان کے حوالے سے ان کے دل میں موجزن تھے۔ اس وقت انہیں اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا۔ ایک مرد کی خاطر عورت برسوں کے رشتے و پیروں سے توڑ کر اس کے ساتھ جیل پڑی ہے منزل کی تلاش میں اور وہ مرد منزل پر پہنچ کر اپنا دامن جھٹ لیتا ہے اور الزام لگاتا ہے عورت کے بھگانے کا کہتے جنت سے نکلوانے کا اسے تو پھر جنت مل جاتی ہے وہ بدروئے گھر تو عورت ہوتی ہے جو مرتے دم تک کسی گھر کو اپنا گھر نہیں کہہ سکتی عارف کی غلطی اس کے گھر والوں نے معاف کر دی تھی وہ ان کا وہی جیتا پیتا اور لاڈلا بھائی تھا۔

خسارے سارے اس کے نصیب میں آئے تھے اسے ان انز کیوں پر رشک آئے لگا تھا جو باہن کی دعاؤں تلے رخصت ہوتی ہیں ان کے پاس اختیار ہوتا ہے سسرال کے ظلم و ستم میکے میں بتانے کا اپنی حیثیت منوانے کا اور شاید ایسی لڑکیوں کی زندگی اس طرح تھی ان بھی نہیں کی جاتی جس طرح ہم کسی نامعاقبت اندیش لڑکیوں سے نفرت و حقارت آمیز سلوک کیا جاتا ہے جو جذباتی خواہشات کی تابع ہو کر ماں باپ کی محبت و اعتماد کو قدموں میں روند دیتی ہیں۔ بھائیوں کے غر و مان کو پکڑ چور کر کے بہنوں کے مستقبل کے واؤ پر لگا کر خوشیوں کی سچ پر راج کرنا چاہتی ہیں جو سب لا حاصل رہتا ہے عزت و محبت سے محروم رہتا ہے وہ بھی ایسے ذات کے افراد شخصیت کی معترتی کے لیے ترس گئی تھیں۔ دو سال ان بے حسی و سنگدل لوگوں کے درمیان رہنا انہیں صدیوں کے پڑاؤ لگا تھا حسان کی پیدائش پر عارف کی موتی ہوئی محبت جاگ اٹھی تھی وہ خاموشی سے بیوی اور بچے

کے ہمراہ ملحد و فلیٹ لے کر رہنے لگے تھے اس اقدام پر ان کے گھر والے ان سے رشتہ توڑ بیٹھے تھے انہوں نے پروانہ کی بھی حسان کی پیدائش نے جو احساس دلایا تھا۔ ماما اور ماما کی شدت کا وہ اپنے گناہ پر ناام تو بہت پہلے ہوئے لگی تھی جن کی رسوائی کا سبب ان کی کورٹ میرٹ جی تھی عمیر کی آمد نے انہیں بے قرار کر دیا تھا احساس دلایا تھا کہ ماں باپ کتنی انمول نعمت ہیں انہوں نے انہیں دیکھ کر کئے ناراض کر کے اپنے اللہ کو ناراض کر ڈالا ہے جب تک والدین معاف نہیں کریں گے ان کا رب بھی معافی نہیں دے گا۔

عارف نے بھی اس کے ساتھ مل کر ان لوگوں سے ملنے اور معافی مانگنے کی بہت کوشش کی مگر اس گھر کے دروازے اس پر بند ہی رہے تھے۔ پھر جب اماں بستر مرگ پر پڑیں تو کئی سال بعد اس نے چوروں کی طرح اس گھر میں قدم رکھا جہاں وہ بھی بے فکر سے کد کڑے لگاتا پھرتا تھا اب اس جگہ پر قدم شرم ویشیالی کے بوجھ سے لرز رہے تھے۔

اماں کے بعد ابانے بھی مرنے سے قبل فراخ دلی سے اس کی خطا معاف کر دی تھی۔ بھائی نے بھی دل کے دروازے کھولے تھے یا نہیں؟ مگر گھر کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے تھے ماں باپ کے مختصر ملن اور ابھری جدائی کے غم نے اس کے اندر پکھنوں و محرومیوں کے دبیر بنائے اس کی روح تک اتار دیئے تھے۔ عمیر کی پیدائش کے بعد تو راہمین کی آمد نے ان کی زندگی مکمل کر دی تھی عارف بی بی کو ماں بہت خوش تھے لیکن وہ مسکرا بھی نہ سکی تھیں۔ بی بی کی خوشی عارف نے بہت دھوم دھام سے منائی تھی وہ اپنے گھر والوں کو سنا کر لے آئے تھے لیکن اس بار وہ اس کی ڈھال تھے سو کسی کو بھی اس سے بد تمیزی کرتے



کی جرات نہ ہوئی تھی وہ منہ پھلائے تقریب میں پھرتی رہی تھیں۔

بھائی جان اور بھانجی نے اس تقریب میں شرکت نہیں کی تھی نہ معلوم وہ اسے دل سے معاف نہ کر سکے تھے یا کچھ بچے حد مصروف تھے ان کے درمیان حائل ہونے والے قاصدے عارف کی ایجاب ہونے والی ڈھچک بھی ختم نہ کر سکی تھی۔ شروع شروع میں بھائی جان نے مالی امداد کرنے کی پیشکش کی تھی مگر عارف اپنے پیچھے مضبوط بینک بیلنس چھوڑ گئے تھے جس نے انہیں کسی سے بھی مالی مدد لینے سے محفوظ رکھا تھا وقت نے سب کو ہی اپنے چہرے میں ایسا الجھایا تھا کہ کسی کو فارغ نہ چھوڑا تھا قانون یا موبائل پر کبھی کبھی بات ہو جاتی تھی بھائی و بھانجی کو آئے مدت ہو چکی تھی وہ بھی تین سال پہلے ایک ہفتے کے لیے بڑے بچے عامر کی شادی پر گئی تھیں مٹی اور عیسر کے ہمراہ حسان ان دنوں ملک سے باہر تھا ویسے بھی اس کا جھکاؤ انھیال سے زیادہ درحیال کی طرف تھا تین سال بعد قندیل کی آمد انہیں خزاں میں بہار کی مانند لگی تھی۔

\*\*\*

”ہیلو آنی! حسان گھر پر ہے؟“

سیاہ ٹراؤڈ اور بے شرٹ میں وہ ہنستی مسکراتی شوخ لب اسٹک جس کے مسکین چہرے پر نمایاں تھی وہ لڑکی عشرت سے مخاطب ہوئی تھی۔

”ہاں بیٹھو بیٹی! وہ اوپر ہے بلاتی ہوں۔“

”آنٹی! پلیز جلدی ویر ہو رہی ہے۔“ وہ بیٹھے ہوئے بولی۔ عیسر نے اندر آتے ہوئے اسے دیکھ لیا تھا وہیں آ گیا۔

”ہائے۔“ اس نے شانے پر پڑے بالوں کو جھٹکتے ہوئے ادا سے کہا۔

”ہائے ہائے! آپ پر مرجانے کو دل ہے ہاں ہے۔“ دل پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوا۔

”مر جاؤ۔۔۔۔۔“ وہ شوخی سے بولی۔

”آپ بھی ساتھ دیں تمہارے میں کیا مزا آئے گا۔“

”آجی! ابھی حسان کو بتاتی ہوں۔“

”شہباز! شہباز! یہی ہے جب تک بھائی کون بتا کر گئی ہمارا رشتہ ہو چکی نہیں سکتا۔“ وہ شانے اچکا کر بھولے پن سے بولا۔

”حسان کے سامنے بافلک معصوم بن جاتے ہو۔“ اس نے بے سادہ ہنستے ہوئے کہا تھا اسی دم کھرا کھرا سا پینٹ کوٹ میں ملیوں حسان وہاں آ گیا تھا۔ عیسر یکدم شریف بن گیا۔

”نہیں معلوم ہے حسان! یہ ابھی کیا کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔“ اس نے غصے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ عیسر کی جانب حسان کی پشت کی عیسر نے فوراً ہی ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

”ہوں۔۔۔۔۔ کیا؟“ حسان نے چونک کر پوچھا تھا۔

”بہت تعریف کر رہا تھا تمہاری، بہت محبت کر رہا ہے۔“

”ارے بیٹھو میں کافی کا کہہ کر آتی ہوں۔“ عشرت وہاں چلی آئی تھی عیسر وہاں سے کھٹک لیا تھا حسان کچھ گیا تھا عیسر نے کوئی شرارت کی ہوگی جو مٹی بات بدل گئی ہے وہ چپ رہا تھا۔

”سوری ماما! میں ایک پارٹی امینڈ کرنی ہے پہلے میٹنگ ہے وہاں جانا ہے کافی فیکسٹ نامم چلے گی۔“ وہ غلت بھرے انداز میں کہہ کر وہاں سے مٹی کے ساتھ چلا گیا تھا گیلری میں کپڑی قندیل نے بڑی حیرت سے وہ منظر دیکھا تھا وہ شخص جس کے چہرے

میں نے جھولے سے کبھی مسکراہٹ نہ دیکھی تھی اس لڑکی کے ساتھ مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا تھا۔ وہ مسکراہٹ جو ہر اشتعال و تحقیر سے پاک تھی اس کے چہرے کے روشن کردیا تھا وہ بد مزاج و سڑیل شخص کیا کسی لڑکی کے ساتھ اتنا اچھا برتاؤ کر سکتا ہے۔

”وہ لڑکی کون تھی؟“

اس سے اس کا کیا رشتہ تھا؟ بارے جس کے وہ ریلنگ سے آدھی ٹک گئی تھی مسکراتے باتیں کرتے وہ کار کے پاس پہنچے تھے حسان نے فریٹ ڈور کھولا۔ وہ خوبصورت چہرے والی لڑکی ایک ادائے دلہریائی سے سیٹ پر بیٹھ گئی تھی اس نے آہستگی سے ڈور بند کیا تھا اور گھوم کر ڈرائیونگ ڈور کھولتے ہوئے اس کی نگاہ گیلری پر پڑی تھی قندیل ہرعت سے پیچھے ہٹ گئی مگر اس کا دھانی دوپٹہ وہیں لہرا رہا تھا۔

”کون تھی وہ لڑکی؟“ اندر آتی مٹی سے سوال کیا تھا۔

”موسیٰ تھی۔ ایم بی اے کر رہی ہے اکیپر جنس کے لیے بھائی کے کانس آتی ہے یہ اس کا لاسٹ ایئر ہے۔“ مٹی نے اظہار دی تھی۔

”سو! گڈ! کیا نام ہے تمہارے بھائی جیسے چمکواس نے موم بنادیا ہے جو شخص گھر والوں سے سیدھے منہ بات نہ کرے اس موسیٰ کے آگے موم بنادیا ہے حیرت ہے۔“ نہ جانے کے باوجود اس کا لہجہ طنزیہ ہو گیا تھا۔

”کسی بات نہیں ہے بھائی ہم سے بہت محبت کرتے ہیں۔“

”جب ہی میں نے ان کو تم میں سے کسی کے ساتھ مسکرا کر بات کرتے نہ دیکھا۔ تم اور عیسر تو ان سے چھوٹے ہو مگر پیچھو کے ساتھ بھی ان کا انداز روڈ

ہوتا ہے یہ کیسی محبت ہے دوسروں کے لیے سب کچھ اپنوں کے لیے کچھ نہیں۔“

مٹی کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اس دن وہ مٹی کی مٹکئی کی تیار یوں میں لگی تھیں۔ قندیل نے میوزک آن کر کے لڈی کا پروگرام بنایا تھا۔ ساتھ اس نے ٹریروسٹی مٹی اور عشرت کو بھی گھسیٹ لیا تھا۔ عیسر تو پہلے سے ہی ایسے کامیوں میں آگے آگے رہتا تھا قندیل اس کی ہم مزاج تھی اس کے آنے سے وہ کچھ زیادہ مسرور تھا کہ دونوں مل کر ٹی شرارتیں کرتے تھے اور خوب انجوائے کرتے تھے۔

اس کی کار نہ معلوم کب آئی تھی فاسٹ میوزک کی آوازوں میں پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کب دنگنا ہوا ادھر آیا تھا ہوش تبا یا جب اس نے کھڑے کھڑے ہی پلک وائر پھینکا تھا۔

”کیا ہو رہا ہے یہ؟“ وہ دھاڑا تھا۔

ان کے ہاتھ لپٹنے کے اٹھے ہی وہ گھٹے تھے عشرت خاتون نے بل زدہ انداز میں ہاتھ نیچے کیے تھے مٹی اور عیسر کی سخت سہرا سہرا کی حالت تھی۔

”مٹی! آپ بھی منع کرنے کے بجائے اس فضولیات میں شریک ہیں؟“ ان سے مخاطب ہوتے ہوئے اس کے لہجے میں نرمی اور آئی تھی عشرت خاتون اپنی بے ساختہ بھکانہ حرکت پر خود بیٹے کے مپا سے شرمسار تھی قندیل زبردستی ہاتھ پکڑ کر لے آئی تھی۔ اس کی خوشی کی خاطر وہ کھڑی ہی ہوئی تھیں جو وہ طوفان بلا ٹیز میں گر چلا آیا تھا۔

”اور تم اپنی اپنی حد سے باہر نکلنے کی کوشش مت کرو۔“ اب وہ مسکلیں لگائیں مٹی و عیسر کے جھکے ہوئے چہروں پر ڈال کر درشت لہجے میں گویا ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے مجرموں کی طرح گردن جھکا کر وہاں



سے چلے گئے تھے اس نے قندیل کو اس طرح نظر انداز کیا تھا گویا وہاں موجود ہی نہ ہو۔

”ایک منٹ حسان بھائی!“ اسے جاتے دیکھ کر وہ گویا ہو گئی۔

وہ رک گیا مگر پلٹا نہیں اس کی جانب پشت کیے کھڑا رہا تھا یہ انداز واضح تھا اس سے بے وقوفی و ناپسندیدگی کا ہر کرنے کا۔

”آپ کس بات پر اتنا خفا ہو رہے ہیں؟“ جیجی کی انجمن کی تیاری کر رہے تھے ہم لوگ کوئی فصولیات نہیں بے خوشیاں منانے کا اختیار سب کو حاصل ہے سب کا حق ہے۔“

وہ ایسی ہی تھی دوسروں کی خوشیوں کی خاطر ان کے حق کے لیے ڈٹ جانے والی خوشیوں و مسرتوں کو ہانٹنے والی۔

”میں ایسی کسی خوشی و حق کا قائل نہیں ہوں جو دوسروں کو دکھ و پریشانی میں مبتلا کر دے۔“ اس کا لہجہ دو سہاات تھا۔

”حسان بھائی“ وہ خود اس کے سامنے آ گئی تھی۔ ”آپ کو دوسروں کی بڑی فکر رہتی ہے ابھی اپنی ماں اور بہن بھائی کی خوشیوں کا خیال نہیں آیا آپ کو؟ کیا ہنسنے مٹکانے لائف انجوائے کرنے کا حق نہیں ہے ان کو؟ لوگ جانوروں پرعدوں کو پھیرے میں قید کر کے ان کی آزادی سلب کر لیتے ہیں آپ نے ان لوگوں کو گھر میں قید کر کے زندگی کی مسرتوں سے دور کر دیا ہے۔“

”شٹ اپ۔“ اس نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے حقیر آمیز لہجے میں کہا۔ عشرت بات بڑھنے کے خوف سے قندیل کے یارو پیکر وہاں سے لے جانا چاہتی تھی مگر وہ نہیں گئی حسان کو آمیزہ کھانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔

”کچھو! یہ سب آپ کی خاموشی کی وجہ سے ہے جو ان کی ڈکٹیٹر شپ اس گھر میں چل رہی ہے۔“

”جتنی جیس یہاں دیکھا تھا اسی وقت میری چھٹی حس بیدار ہوئی تھی اور میں سمجھ گیا تھا تم کوئی پلاننگ کر کے یہاں آئی ہو اور مجھے جلد تمہارا پلان ظاہر ہونے لگا۔“ اس کے لفظ لفظ میں بھڑکے اور کٹاں دھرمیری چٹاں تھی۔ وہ تو وہ عشرت خاتون بھی اس کی بدگمانی پر ششدر رہ گئی تھیں۔

”تم نے آتے کے ساتھ ہی گھر کے پرسکون ماحول میں بے اطمینانی کے پتھر پھینکے شروع کئے عمیر اور نیکی کی برین واشنگ کے ساتھ ہی ان کو درغلانے دہرکانے کی کوششیں شروع کر دیں تاکہ وہاں درمیان فاصلے آجائیں۔ ہم لوگ ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں اور پھر ایک دوسرے کے گھوسل کی طرح ٹکا ٹکا ہو کر گھر جائے گا۔ یاد رکھو! تمہارا پلان کبھی کامیاب نہیں ہوگا خواہ تم جاسوسی کرو بدلتی کرو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ میری بصارت ماحول ہمہ وقت چلی رہتی ہیں سب کی میری گرفت قائم ہے۔“ وہ کسی آتش فشاں کی طرح یا اسٹ ہو اتھا لاوے کی طرح پھلتی ہوئی اس کی بدگمانیاں اور جیجی پر انگڑی اسے جھلسا گئی تھی۔

”قندیل بیٹا! اس قدر مت کرنا۔“ جیک و توہین کے احساس سے اس کے سرخ پڑتے چہرے و دھواں دھواں ہوتی آنکھوں پر ان کی نظریں بھی بیٹے کی بد مزاجی و ٹھوس طبیعت انہیں پہلی بار بہت بری محسوس ہوئی کس سنگدلی سے وہ اس پر الزامات لگا گیا تھا جو کس اس کی ذہنی اختراں تھی۔ ”کچھو چیاں! یہ سب آپ کی صبر و استقامت کی وجہ سے ہے درحالیہ کی جرات نہیں ملتی تھی آپ کے

سامنے زبان کھولنے کی۔ آپ نے یہ سوچ کر کہ وہ آپ کو سحاشی سہارا دے رہے ہیں یزیدس کر رہے ہیں ان سے باز پرس کرنا چھوڑ دی اور ان کے اندر حاکمیت بھر دی جس سے وہ خود کو اس گھر کے بیٹے کے بجائے حاکم سمجھنے لگے ہیں۔“

بات اس نے شدید غصے میں کہی تھی مگر حاکم کہنے پر باہر کھڑا عمیر اور نیکی ہنسی ہوئی اندر آئے تھے۔

”ہائی گاڑا بالکل درست کیا ہے تم نے وہ بھائی پلس حاکم ہیں۔“

عمیر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا وہ بھی غصے کے باوجود مسکرا دی تھی۔

”چلو جلدی سے تیار ہو جاؤ عمیر! زکروانے لے کر جا رہا ہے اور دیکھنا آج اس کو فقیر بنا کر نہ چھوڑو تو میرا نام بدل دیتا۔“

”یرانی برگد کی چوہیل! اپنی نام رکھوں؟ تمہارا۔“

عمیر نے اس کی اپنی گھٹنے پوٹے کہا۔

پہلی بار ان کی کزن آئی تھی ان کے تخیلات سے جزا ایک رشتہ قریب ہوا تھا اس تعلق سے وہ لوگ خوش تھے بھائی کا روتہ اول دن سے قندیل کے ساتھ وہ سخت دیکھ رہے تھے اور اس کے ازالے کے لیے وہ اسے خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے تاکہ وہ محسوس نہ کرے مگر آج جس طرح سے بھائی نے اس پر اثرات کی بوچھاڑ کی تھی وہ جیجی بے معنی و غلط انہیں محسوس ہوا تھا ماں کے حوالے سے جزا بے اکلوتا رشتہ بہت جلد ہی ٹوٹ جائے گا جو نہ انہیں گوارا تھا نہ ان کی ماں کو ہوگا۔ اسی لیے انہوں نے منہوں میں باہر جانے کا پروگرام ترتیب دیا تھا تاکہ وہ باہر کی تازہ فضاؤں میں سبب بھول کر معاف کر سکے۔

”ممی اکل حسیب کے ہاں چلنا ہے پارٹی ہے۔“ وہ کپڑے پہن کر کے آیا تو عشرت خاتون سے

مخاطب ہوا تھا۔

”یہاں بھی کال کی تھی مصروفیت کے باعث نہ آنے پر معذرت کر رہی تھیں۔“ ان کی بھاری آواز پر اس نے ان کی جانب چونک کر دیکھا تھا ان کی متورم آنکھیں ابھی بھی بھیجی ہوئی تھیں۔ وہ شاید خاصی دیر سے دوتی رہی تھیں۔

”انگل آئی کا اصرار ہے نیکی پارٹی میں ضرور شریک ہو۔“

”مجھ سے بھی کہا تھا مگر میں نے منع کر دیا معذرت کر لی تھی۔“ ان کو اپنے بھیکے لہجے پر قایم پانے میں مشکل ہو رہی تھی۔

”کیوں؟ اس میں کیا حرج ہے ممی! اسے وہیں جانا ہے وہ اس فٹلی کی ہونے والی انگولی بہو ہے۔“

”اپنی پھوپھو کو پیچھو! کو دیکھا ہے وہ یہ من کر طوفان کھڑا کر دیں گی ابھی منگنی بھی نہیں ہوئی اور لڑکی سسرال چلی گئی میں تو ویسے بھی رسوا ہوں لیکن اپنے بچوں کی جانب میں کوئی اتنی اٹھتی ہوئی برداشت نہیں کمرؤں کی۔“ ان کا انداز دو ٹوک تھا۔

”ٹھیک ہے جو آپ مناسب محسوس کریں وہ کریں کل پھر تیار ہوئے گا۔“

”اگر تم اجازت دو تو میں ساتھ قندیل کو لے لوں؟ وہ حسیب سے ملنا چاہتی ہے نیکی کی کزن اور دوست ہونے کے سلسلے اس کی یہ خواہش ناجائز تو نہیں ہے شاید۔“ ان کا انداز ٹھہرا بکھرا پر سوز تھا حسان مزید برداشت نہ کر سکا اور قریب آ کر ان کے شانہ پر بازو رکھ کر بولا۔

”کیا ہوا ہے ممی! آپ ناراض ہیں؟ ابھی آپ نے کیا کہا کہ اگر میری اجازت ہو تو آپ قندیل کو پارٹی میں لے جائیں؟ اس سے قبل ابھی آپ کو مجھ سے کسی کام کے لیے یا آنے جانے کے لیے اجازت



دور کار ہوئی ہے۔ یہ سب چند دنوں سے ہو رہا ہے۔  
 "ہاں ہاں کہہ دو جب سے پتھر لیں یہاں آئی ہے  
 تب سے ایسا ہو رہا ہے اس لئے آتے ہی ہمارے کان  
 بھرنے شروع کر دیئے وہ یہی پلان لئے کرتی ہے ہم  
 سب کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کا۔" ان کے  
 آنسو پھر بننے لگے تھے حسان نے شکوہ کنڈی نظموں  
 سے ان کی جانب دیکھا تھا جو اس وقت یاں سے  
 زیادہ میکہ پرست وہ روائتی عورت لگ رہی تھی جو ہر  
 شے سے زیادہ میکہ کی عزت مقدم رکھتی ہیں۔

"وہ میکہ جہاں مجھے پھلوں کی طرح رکھا جاتا تھا  
 اپنی کم عقلی و بد نظمیوں کی وجہ سے جس کو میں جھوڑا  
 بھی سمجھتا تھا۔" پھر میں تبدیل ہو گئی تھی اس صحنے  
 ان لوگوں سے بلند ظرف و فراخ دلی کا ثبوت دیتے  
 ہوئے مجھ پر بد بخت کو معاف کر کے سینے سے لگایا  
 تھا۔ اس لئے کہ وہ میرے اپنے تھے میں جن کا خون  
 آج اسے ہواں بعد میرے ایوان میں سے ایک وہ  
 میدان آئی ہے تو تم نے اس پر الزامات کے گڑھے  
 برسا دیئے۔"

وہ اپنی حیرت طے کیے ان کو خاموش رہے وہ کچھ  
 تھا وہ ماں جو صرف چند وہ جملے بولنے کی عادی تھی جو وہ  
 روزمرہ سننے کا عادی تھا۔

"بیٹا! انہی کو جاؤ آج چائے کے ساتھ بڑا ہتھام  
 کیا ہے؟ اس سے آگے میں دیر کیسے ہوگی؟ منی  
 نے فروٹ بنایا ہے رات کھانے پر تمہاری پسندیدہ  
 ڈش بن رہی ہوں کھانا ہر مت کھانا۔" یہ وہ جملے تھے  
 جو وہ سننے کا عادی تھا جو بہت نرم و شیریں لہجے میں  
 کہتے تھی اور اب اسی لب و لہجے سے چنگاریاں نکلی  
 رہی تھی۔

"منی! وہ الزام نہیں حقیقت ہے میں نے خود سنا  
 ہے۔"

حسیب عیسیٰ کے وسیع و عریض لان میں بی  
 پارٹی کی آرگنٹ بہت خوب صورت طریقے سے ک  
 تھی تھی ان کو بڑی محبت سے دیکھ کر کہا گیا تھا۔  
 "اسی پارٹی میں چار چاند لگ جاتے اگر آپ  
 ہماری بہو کو ملے قہقہے۔"

ان سے ملتے ہوئے عینی کی ساس نے تشفق  
 کہا تھا۔

"بعض اوقات کچھ خاندانی روایات کی خاطر  
 ہے۔"



خواہشوں کو دہانا پڑتا ہے ایسی ہی کسی مصلحت کے تحت میں مجبور ہوتی ہوں ورنہ نینے کے آنے میں کوئی حرج نہ تھا۔" عشرت نے بہت خلوص سے مجھوری بیان کی۔

"یہ بات آپ کی بالکل درست ہے مسٹر مارف! ہم خواہ سیکھتے ایڈوائس ہو جائیں کتنی ترقی کریں مگر خاندانی وقار کے لیے ایسے اقدام اٹھانا ہی پڑتے ہیں میں نے بھی فیصلہ کر لیا ہے اب کوئی بھی پارٹی اسی وقت ہوگی جب میری بہو یہاں آ چکی ہوگی۔"

نینے کے اچھے نصیب پر عشرت تہہ دل سے سب کی شکر گزار تھی جس نے محبت و قدر کرنے والے لوگ نینے کے مقدر میں لکھے تھے۔

"میں! آپ ہم دونوں میں بیٹھ کر بور ہوں گی ایک جہزیشن میں بیٹھ کر انجوائے کریں۔" حسیب کی مماناس سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"یہ تو آنے کو تیار تھی زبردستی لے کر آتی ہوں کہ آپ نے بے حد اصرار کیا تھا ساتھ لائے کے لیے۔" آپ نہیں آئیں تو میں بہت مایوس کرتی۔" وہ قندیل سے خلوص آمیز لہجے میں بولی تھی پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس رست لے کر آتی تھی جہاں ان کی بیٹیاں مائیکہ اور سائیرہ اپنی فریڈز اور گزنز کے ہمراہ خوش گپیوں میں مصروف تھیں انہوں نے اپنے ویٹیم کہا تھا لکھوں میں ہی وہ ان سے کھل مل گئیں تھی اسے شوخ انداز اور ملنسار طبیعت کے باعث وہ ہر جگہ فٹ ہو جاتی تھیں مائیکہ کی کسی بات پر ہنستے ہوئے اسے کسی کی ٹھہری لگا ہوں کا احساس ہوا تھا اس نے فوراً مزکر دیکھا سبیل سے کچھ فاصلے پر حسان گھر کسی سے گفتگو کر رہا تھا اور گاہے بگاہے دیکھ رہا تھا نہ معلوم اس کی سرور مہرنگاہوں میں ایسی کوئی چیز تھی کہ لہجے پھر کو اس کا دل ہم اٹھا تھا۔ پھر وہ قہقہے نہیں لگا سکی تھی وہ

در عشرت اسی کے ساتھ آئی تھیں جو یہاں آتے ہی لوگوں میں کم ہو گیا تھا ٹیسر کو اس نے کتنا کہا ساتھ آئے لوگ اس کی ایک ہی رشت تھی۔

"پار! سمجھا کر دو ہاں ایک سے ایک بڑھ کر ایک حور شامل ہوگی دل کو کس طرح سنبھالوں گا؟ فری ہونا تو درکنار بھائی کی وجہ سے میں حسین نظاروں سے آنکھیں بھی نہ سینک پاؤں گا پھر جو بے کا فائدہ ہی کیا؟"

اور وہ اسے برا بھلا کہہ کر چلی آئی تھی۔

"اونچے اونچے قہقہے لگاتا کوئی مہذب طریقہ نہیں۔ یہ خیال رکھو یہ نینے کا سسرال ہے۔"

اسے تنہا پکھتے ہی موقع پا کر وہ آ کر ایسے غصوں لٹھ مار انداز میں گویا ہوا قندیل مارے ہنگ کے سرخ پڑ گئی تھی۔

"کیا انداز کیا ہے یہ سہجہ ہیں کامریڈ! ہمیں نہیں ملو تو گئے ہماری ہونے والی بھانجی ہے؟" وہ حسان کا دوست تھا جو دور سے اسے سرگوشی کرتے اور جواباً قندیل کی سرخ پڑتی رنگت پر غلط فہمی کا شکار ہوا تھا۔

حسان اس کی غلط فہمی پر بری طرح لوکھا گیا تھا اور قندیل وہاں رکی نہیں تھی سیدھی عشرت کے پاس آ گئی تھی۔

"میں تمہارے پاس ہی آ رہی تھی نینے کی مماناسی کا کم سے اندر گئی ہیں۔ حسیب سے ملاقات ہوئی یا نہیں؟"

عشرت بہت خوش تھی یہاں جو ان کو پذیرائی و وقیت ملی تھی حسان کی ماں اور نینے کے حوالے سے اس نے ان کی رگ رگ میں آسودگی بھر دی تھی ہر ماں کی طرح وہ بھی نینے کے شاندار مستقبل سے سرور تھی۔

"ابھی نہیں ہوئی۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئی تھی۔

"ارے تمہیں کیا ہوا یہ چہرہ اس قدر اترا ہوا کیوں ہے؟" اس کے سر جھانے ہوئے چہرے ہر نگاہ پڑی تو پریشانی سے گویا ہوئی۔

"کچھ نہیں۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"نہیں لکھو ہوا ہے کچھ دیر میں تمہارا چہرہ گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا۔"

"آپ پریشان مت ہوں مجھے وہاں معمولی سا سر مل گیا ہو رہا ہے۔" ان کو ایک دم ہی پریشان ہونے لگا کمرے اپنے اندر ہوئی جنگ سے چند لمحوں کے لیے قرار حاصل کرنا پڑا وہ جبراً سکریائی گئی۔

"لگ گئی تھ نظر۔" مجھے یہی فکر ہو رہی تھی ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو کتنے لوگوں نے تمہاری بارے میں پوچھا سب یہی سمجھ رہے ہیں تم میری ہونے والی بہو ہو۔"

شاید وہ گادہ شکران میں اتنی بڑی بات کہہ گئی تھی یا اسنے لوگوں کو پوچھنے پر ان کے دل کی آرزویوں پر آ گئی تھی جس کا اظہار کرتے وقت انہیں احساس بھی نہیں ہوا تھا حسان بھی اس لیے وہاں آ گیا تھا قندیل کو اس کا یہ سننا برا لگا تھا۔ کم از کم ایسی باتیں اس کی سماعت تک نہیں جانی چاہئیں تھیں جو پہلے ہی اپنی راجاست واسہائیس کے ذمہ میں مقرر تھا۔

"حسان! قندیل کے سر میں درد ہے اسے کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔" وہ اسے قریب دیکھ کر پریشانی سے بولیں۔

"معمولی سا درد ہے گھر جا کر ٹیبلٹ لے لوں گی۔ آپ فکر مت کریں۔"

ان کی گندی ذہنیت دنگ پہنچانے والی باتوں سے وہ اس قدر متغیر ہو گئی تھی اس کی صورت دیکھنے کی روادار نہ تھی کجا کہ تھا ساتھ جاننا۔ اس نے انکار کر دیا تھا حسان نے گہری نگاہ اس پر ڈالی پھر بولا۔

"یہاں پارٹی میں کئی ڈاکٹرز موجود ہیں انہیں۔"

"تو تمہیں کس مجھے ضرورت نہیں ہے۔" وہ بات قطع کر کے سر دھری سے بولی گئی حسان کے پیچھے ہی حسیب چلا آیا تھا۔ اسارٹ اور خوش مزاج حسیب حسان کا ہی ہم عمر تھا مگر مزاج میں اس کی ضد تھا۔ کافی دیر تک بیٹھا وہ ان سے گفتگو کرتا رہا تھا۔

موسی حسیب کی کزن تھی وہ لیٹ آئی تھی۔

ریڈ سارٹھی پر گولڈن فشنگی ورک تھا انفاست سے کیے گئے میک اپ گلے میں ٹمپلس کا توں میں سرخ پرل کے لمبے لمبے آویڑے اس پر فوج رہے تھے گولڈن کلری بال اس کے شانے پر بکھریے ہوئے تھے وہ سیلو ہائے کرتی سیدھی ادھر ہی آ گئی تھی کچھ سوگوار سلام کیا تھا۔ اس سے بھی سرسری طور پر ہاتھ ملایا تھا۔ بہت نکلت و نکوت بھرے انداز میں۔

"اوہ تو آپ ہیں حسان کی لائبر سے آنے والی کزن۔" اس نے ٹمپلی ٹمپلوں سے اس کا گہرا جائزہ لیا تھا اور پھر اس طرح بڑھ گئی جہاں حسان حسیب اور اس کی کزنز کے درمیان کھڑا تھا۔

حسان کے کس بی ہیوئیر سے اس کے ہڈک احساسات پہلے ہی برقی طرح گھائل ہوئے تھے وہ اسی ناظم وہاں سے مارے غصے کے چلی آئی تھی اسے نہیں معلوم اس نے کیا کہہ کر اپنے دوست کی غلط فہمی دور کی تھی ذہنی کوفت سے دوسری بار اسے تب دو چار ہونا پڑا تھا جب پچھونٹنی کی سسرالی خواہش کے قیاس و ہرادی نہیں جو وہاں آتے حسان نے سنے تھے اور ان سنی کر گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا لوگوں کو دوسروں کے بارے میں اتنی فکر کیوں رہتی ہے اس کھونٹیں کیوں رہتے ہیں کہ کوئی کون کے ساتھ ہے تو کیوں ہے؟ جب سب کو معلوم ہو گیا تھا وہ ان کے



بھائی کی بیٹی ہے تو پھر یہ قیاس کرنا ضروری تھا کہ وہ ان کی ہونے والی بہو سے سائزہ اور سائزہ نے بہت چاہا کہ وہ ان کے ساتھ بیٹھے مگر وہ نہیں مانی تھی جب دل پر ناگوار اور باتوں کا بوجھ بڑھ جائے تو پھر ہر شے سے طبیعت اپناٹ ہو جاتی ہے اور اس بوجھ میں اس وقت مزید اضافہ ہوا جب اس نے حسان و جمیب کے سنگ بیٹھ کر مٹی کے بلند ہالک تہمتوں کی آوازیں یہاں بیٹھے بیٹھے سنی تھیں حسان کے چہرے کی مسکراہٹ نے اسے پوری طرح اس سے بدظن کر ڈالا تھا۔ منافقت و خود پسندی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

راستے میں وہ بالکل خاموش بیٹھی ریحی حسان کی جانب ایک دفعہ بھی نہ دیکھا تھا جو ڈرامیوٹک کے دوران بیک مرر میں نظر آتے اس کے کس کو کئی بار دیکھ چکا تھا۔ فرنیٹ سیٹ پر بنا جہان عشرت جمیب اور اس کی فیملی کی خوش اخلاقی و مہمان نوازی کے گمن گار رہی تھیں۔ گہر ج میں کارہ کتے ہی دو تیزی سے اتر کر اندر آ گئی تھی پیچھے آتی عشرت نے بیٹی سے کہا تھا وہ چائے کے ساتھ اسے سردرد کی ٹیبلٹ دے اور خود نے اس کی نظر اتاری تھی۔

مگر حاملہ نظر کا نہیں دل کا تھا وہ اسی کی ہر تہیل ہر الزام برداشت کرتی رہی تھی محض پچھو کی خاطر جن کی یہی کوشش ہوتی تھی وہ خوش رہے اور ایسی کوئی بد مزگی یا دل آزاری نہ ہو جو ان کے درمیان فاصلوں کا باعث بنے ان کی احساسات و جذبات سے قطع نظر حسان کا رویہ اسے یہاں سے بھگانے کا تھا اور اس نے آج جو اس نے بات کی تھی وہ اسے بھول نہیں رہی تھی دل تھا کہ بھر بھر آ رہا تھا وہ رونا چاہتی تھی آنسوؤں کا گولہ سا اس کے حلق میں اٹک رہا تھا۔

اس نے برابر میں نیچی کی جانب دیکھا وہ بے خبر سو رہی تھی اس کے خوبصورت چہرے پر آنسوؤں کی

پہلی ہوئی تھی اس پر رضائی زائل کر دیا ہوا آتی اور لان کے اس گوشے میں بیٹھ گئی جو درختوں کے بڑے پتوں سے گھرا ہوا تھا وہاں نصیب لکڑی کی بچا پر وہ گھٹنوں میں چہرہ چھپا کر رو رہی تھی۔ کتنے شوق و محبت سے وہ یہاں آئی تھی کچھ گوروہ اس عمر سے پسند کرتی تھی جب شعور و آگاہی کی منزل سے نا آشنا تھی۔

خوبصورت چہرہ و باوقار شخصیت والی عشرت خاتون جو سالوں میں چندوں کے لیے ان کے ہاں آتی تھیں ان گنتی کے دنوں میں سالوں کی محبت ان میں پانی جاتی تھیں خصوصاً اس سے تو بہت زیادہ پیار کرتی تھیں تھا انھیں بھی زیادہ لاتی تھیں عمیر یعنی سے بھی اس کی خوب مٹی تھی وہ سب مل کر خوب شرارتیں کرتے تھے حسان ان کے ساتھ نہیں آتا تھا۔ بھی اس کے انگریز ہور سے ہوتے یا کبھی کسی کورس کے سلسلے میں وہ مصروف ہو جاتا اور اس کا بھی کوئی ایک دن سے زیادہ تھیرتا نہیں تھا وہ لوگ سمجھتے تھے مصروفیت کے باعث وہ ایسا کرتا ہے مگر اب یہاں آ کر اس نے محسوس کیا وہ مصروفیت نہیں نفرت کے باعث تھا۔

ایسا کیوں تھا؟ وہ اس کا جواب نہیں پاتی تھی۔

حسان کھڑکی بند کرنے کے لیے اٹھا تھا جب اس لان میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اس نے قدرے جھک کر دیکھا تو اوف وائٹ دوپٹہ لہراتا ہوا دکھائی دیا ساتھ وہ بھی جو گھٹنوں میں چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔ اس نے پہلے تو نظر انداز کرنا چاہا مگر اندر ہونے والی ایک بے نامی بے چینی نے اسے نیچے لان میں آنے پر مجبور کر دیا۔ فریب جانے پر سٹائی دینے والی دبی دبی سسکیوں نے اسے ساکت کر دیا تھا۔

قدموں کی آہٹ پر اس نے چہرہ اٹھا دیا وہ سامنے کھڑا تھا حیرانی و پریشانی اس کی ہر انگیر آنکھوں سے

عیاں تھی اسے بھر کو کانوں کا تصادم ہوا تھا ان بیگی بھی سرخ آنکھوں میں برہمی صاف رقم تھی۔

”آدھی رات کو دوسرے کا سبب؟“ اسے کھڑا ہوتے دیکھ کر وہ گویا ہوا۔

”یہاں دوسرے کے لیے بھی پریشانی مٹی پڑتی ہے؟“

”نہیں۔ لیکن اس طرح رونا کسی مہمان کا میرا بن کے لیے پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔“ اس کے انداز پر وہ بے ساختہ مسکراتا ہوا ہوا۔

”ہونہ مہمان و بال جان کہنے۔“

”یہ میں نے کب کہا؟“ اس کے بھاری لہجے میں حیرانگی کا عنصر تھا۔

”پہلے دن جو آپ سے گھراؤ ہوا تھا محض اتفاق تھا لیکن آپ نے اس کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا اور پھر نہ معلوم کیوں آپ نے مجھ کو تنگ کر دیا۔“

”تو کہتا ہے صاف کہو میں اس طرح کی گفتگو کبھی نہیں پاتا ہوں۔“ اس کے انداز خصوصاً پتھر ملی تنبیہ کی دہائی۔

”میرے بارے میں آپ کا خیال ہے میں کوئی خطرناک عزم لے کر آپ کے گھر میں آئی ہوں جیسے کوئی ملک دشمن ایجنٹ تجریب کا ریاں کرنے آتے ہیں؟“ مائڈٹ ایک کام میں نہیں آپ اپنے گھر میں رہ کر خود کر رہے ہیں۔“ اس نے یہاں سے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور جانے سے قبل اس کی طبیعت بھی صاف کرنی ضروری تھی تھی۔ وہ اس سے نہ کبھی مگر گھر والوں سے رو بہ درست کرے۔

”آپ اس دنیا میں انوکھے شخص نہیں ہیں جن کے کا تھوں پر والد کی ڈھکے کے بعد ذمے دار یوں کا بوجھ پڑ گیا ہو بے شمار لوگ ہیں اسے جو اس طرح کے پراہنر نہیں کرتے ہیں بڑے بھی کرتے ہیں اور اپنی

پر خلوص محبت اور اپنا محبت سے مودول سپورٹ بھی دیتے ہیں آپ نے بھی سب دیا ہے مگر کسی خبری مشقت و بوجھ کی طرح جو کسی بھی محبت و خلوص و اعتماد کی سرشار سے دور ہے۔“

رات کے اس چہرہ جب چاند آسمان کے وسط میں چمک رہا تھا ٹھنڈی ہوا میں پھولوں کی خوشبوؤں سے بوجھل تھیں ماحول پر رات کی خاموشی چھائی ہوئی خوابناک بنا رہی تھی وہ ہونٹ کھینچا سے بن رہا تھا۔

”بھائی آپ جیسے نہیں ہوتے جن کے قدموں کی آہٹوں سے مہمان بھائی محکم جائیں کیا کسی بیٹے کو یہ لڑیپ دیتا ہے کہ ماں کی عظمت و رتبہ بھلا کر ان پر رعب رکھے؟“ آپ نے اپنے طرز عمل پر غور کیا ہے؟

ابھی بھی وقت ہے دیا انداز ہی اپنا حاسہ کھینچے کہ آپ کیا کھور ہے ہیں اور کیا پار ہے ہیں؟ گھر میں محبت و اذیت سے گونجنے والے رقص و چمکے لگتے ہیں یا جیسے ہوئے افسردہ خاموشیاں و سنائے؟ سوچنے اپنے طرز عمل کے متعلق۔“

وہ لاپرواہ کھلتی رہی سی لڑکی جس کا کام بے تحاشہ ہنسنا و شوخیاں کرنا تھا اتنی حساس ہوگی اسے امید نہ تھی وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا گیا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

اس نے پچھو کی لائسنس میں پایا کو کال کر دی تھی دوسرے دن عامر لینے آ گیا تھا پچھو یعنی میسر سب نے ہی کتنا چاہا کہ وہ زیادہ نہیں تو کم از کم مٹی کی ایک ہٹے بعد ہونے والی محکم تک رک جائے لیکن اس کا دل لہجے بھر کو یہاں رکھنے کے لیے راہنمی نہ تھا جہاں اس مغل و رانا پرست سے صحیح و شام سامنا ہونا لازمی تھا اور وہ اب اس کے سائے سے بھی متفر ہو چکی تھی۔

گھر آ کر پایا و ماما کے سینے سے لگ کر نہ معلوم احساس کے تحت وہ رو پڑی تھی شریں بھا بھی ماہ











تجربوں وہ خوش تھی بہت خوش! یہ احساس ہی تھا جاں  
افزا ہوتا ہے یہ احساس کہ آپ کی ذات کسی کے لیے  
کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ کوئی آپ کو اہمیت دیتا ہے  
اور یہ تمام احساسات آپ کو اس ایک شخص سے ملیں جو  
آپ سے بہت قریب ہو جیسے دل سے دھڑکن ہوئی  
ہے جس طرح زندگی سے سانس! آنکھوں سے  
بصارت وہ ایسا ہی اہم ہو چکا تھا یہ خیال ہی تھا خوش  
گن تھا کہ ”وہ آپ تھا اور دل سرگوشی کر رہا تھا وہ اس کی  
خاطر آیا ہے اس سے مصافحہ مانگنے“ کوئی ایسے بھی تو  
نہیں آ جاتا اس کے دل میں بھی ”کچھ“ ہے تب ہی وہ  
بہانے سے آیا ہے۔“

دل اسی سرور میں گم تھا پھر اپنے گھرے میں آنے  
کے بعد وہ باہر نہ نکلی تھی۔ ”مما بھائی“ کو آتے دیکھ کر سوتی  
بن گئی تھی اپنے روتے پر اسے شرمندگی تھی۔ مسموم  
سے وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی لہذا کمر میں  
پینک سوٹ پہنا تھا بال بال پیش کیے تھے کھڑکی میں  
کھڑی ہو کر وہ اس کا سامنا کرنے کی ہمت و اعتماد  
پیدا کر رہی تھی۔

”اوہو! کیا بات ہے یہ تہیا تہیا کیوں مسکرایا جا رہا  
ہے؟“ بھائی کی آواز پر وہ چونکی تھی وہ خیالوں میں آتی  
گھبراہٹ جو ان کی آمد کو محسوس ہی نہ کر سکی جو قریب  
کھڑی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

”ناشتے کا ارادہ نہیں ہے؟ رات کو بھی بناؤ نہ کیے  
جلدی ہو گئی تھی۔“

”یہ معلوم کس طرح رات کو جلدی نیند آ گئی تھی۔“  
”حسان بھی کیا سوچتے ہیں گے تم ان کے گھر  
گئی بھئی نہ کرا آئی اور یہاں انہیں چند گھنٹے بھی پہنچی نہ  
دے سکیں۔“

”چند گھنٹے؟“ ان کی بات پر دل میں عجیب سی  
ہوک آنی تھی قدم قدم گئے۔

پرستی ترمیم ٹھنڈی ٹھنڈی خوش گوار پیواری کی مانند۔  
”کیا۔۔۔ تم مجھے معاف کر سکو گی؟“ وہ اس کی  
خاموشی کو محسوس کر کے سنجیدگی سے استفسار کر بیٹھا اور  
وہ جو اس کے بدلے ہوئے انداز سے بہت خوش  
ہوئی تھی۔ سب سے زیادہ مسرت اسے اس بات کی  
تھی کہ بچپن کو ان کا گھوٹا ہوا مقام مل گیا تھا۔ عمیر اور  
ریتی کو ان کا حق وہ بھی جانتی تھی ان کے ذولے سب سے  
جبر واپس پر اعتماد و مسرت کی پرسکون روشنی جو سامنے  
بیٹھے شخص کے اندر ڈھلکھٹکھٹکے سے بھراں تھی۔

پھر نہ معلوم یہ مسرت کہاں سے آئی یا اس کی کی  
جانے والی تھیں ان کا احساس آنسو بے موقع مہمان کی  
آمد کی مانند آتے چلے گئے۔ وہ انہیں روکنے کی سعی  
میں سامنے بیٹھے حسان کے روشن چہرے پر پھیلتا ہوا  
تار یک سیما یہ نہ دیکھ کر باہر برسات شروع ہو گئی تھی  
اس کی آنکھوں کا ساتھ آسمان نے بھی دینا شروع  
کر دیا تھا اس دم باہر سے ملانہ نہ کی لڑائی لڑنے کی  
آواز کے ساتھ ماما اور پچا بھی کی آوازیں بھی آرہی تھی  
وہ ایک دم گھبرا کر اٹھی تھی یہ سوچ کر انہیں اس شخص  
کے ساتھ بیٹھ کر رونے کا کیا جواز پیش کرے گی؟ اس  
خیال سے وہ بنا کچھ کہہ اندرونی دروازے سے باہر  
نکل گئی تھی اور بند ہوتے دروازے کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

\*\*\*

رات خوب پارش رہی تھی۔  
ہر شے وحل کر کھڑی تھی۔ اس نے کھڑکی سے  
پردہ دیا تھا باہر لان میں کھڑے کھڑے سبزے  
و شبنم پھولوں کی خوبصورتی اس کے چہرے پر تراوت  
و تازگی بھری تھی۔ پھولوں کی تمام خوبصورتی اس کے  
چہرے پر رہ آئی تھی۔ موسم کے تمام رنگ اس کی  
آنکھوں میں سستا آئے تھے دل میں پیدا ہونے والی  
نورانیدہ سوجھیں چند گھنٹوں میں ہی سرشار ہو گئی



اسے بھر کو اسے محسوس ہوا جیسے دل بند ہو گیا۔  
 دھڑکنیں مٹ گئیں۔ دنیا جڑ گئی ہر سواند پھیرا چھڑ گیا۔  
 چہانوں میں روشنی نہ رہی جام حیات مر رہا مر رہا ہو گیا۔  
 اے! یہ عشق کی آگ ہر آگ سے بڑھ کر  
 بھڑکنے والی محبت کا روگ ہر روگ سے بڑھ کر روگ  
 بنا رہے والا اسے کیوں لگ گیا؟

خوش گمانیوں کی خوش رنگ تملیاں کل مار گئی  
رات اس کے اورد گرد اڑتی رہی تھیں۔ اب اڑیں تو  
حقیقت کے بد نما رنگ اس کے ہاتھوں پر چھوڑ گئی  
تھیں رویے کے لیے۔ ناشتہ اس نے ہر ایسے نام نہانی  
کیا اور صبح پاتے ہی ایسے روم میں چلی آئی تھی۔

میں پہنچا کر سہارے لگا تھا وہاں اور بھائی بہن جو اس کی موجودگی میں آواز نہ نکالتے تھے اب ان کے بلند قہقہے واو مچا بولنے کی آواز یہاں گیت سے باہر تک سنی جاتی تھیں۔ اپنے انھیال کی طرف سے انھیں اسے بچپن سے تھا جو تعلقات استوار ہونے کے باوجود اس کے دل سے نہیں گیا تھا گزرتے وقت تھے جس کو مزید یہی تقویت دی تھی۔ اس انھیں نے اسے قتل کیلئے سخت بدظن کیا تھا پھر جس قدر بھی اس سے ممکن ہو سکا اسے بھگنے کی سعی اس نے کی تھی اور وہ ایسا کرنے میں کامیاب بھی رہا تھا وہ چلی گئی تھی۔

رکھنے کا عادی تھا۔ وہ خود سہرت دھرم وغیرہ سہی مگر  
احسان فراموش ہرگز نہ تھا۔  
”تم یہ کیوں پھول گئیں ان کی لائف میں پہلے  
سے ایک لڑکی موجود ہے وہ سنہری بالوں و سیاہ  
آنکھوں والی مومی جس کی بے باکی و بلند فقیہہ کا گلے

لڑکی جس کو وہ اپنا دشمن سمجھنے لگا تھا اس کی کھری کھری باتوں میں سچائی و صداقت تھی وہ ان سے بہت دور ہو گیا تھا پھر اس نے ان فاضلوں کو سمیٹا تو مظلوم ہوا انہوں کا سنگ گستاخ و غریب ہوتا ہے بڑوں کی عزت و چھوٹوں سے شفقت کا درس ہی لے دیا جاتا ہے وہ جب بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر چھوٹے موٹے مسائل و مسائل کو سامنے شہسوار کرتا یا یوں ہی عیسوی کے لیے کسی

وہ اس سے کس قدر بدظن و متنفر ہے۔ وہ سچ مچ شرمندہ ہو گیا تھا اور پھر اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ جا کر سب اسے سچ مچ بتائے گا جو اس پر بلکہ سب پر گزری تھی پھر دل کی بات کہے گا اس کی رضا مندی سے وہ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ زبردستی محبت نہیں ہوتی اور جہاں زبردستی ہوتی ہے وہاں محبت نہیں ہوتی اور وہ اسے محبت سے پانا چاہتا تھا زبردستی سے نہیں.....

یہاں تک پہنچا تو اسے شدت سے قہقہوں کی کئی  
 خصوصیات ہوئی تھیں۔ وہ اس کا بہت ممنون تھا جس نے  
 اس کو راستہ بتایا تھا مٹی کی مٹکی میں وہ اس کی تادیب کا مظہر  
 تھا مگر اس آس ہی رہی وہ نہیں آئی۔ مٹکی کی مٹکی کے  
 بعد اس کی کال اس وقت آئی جب وہ ایک اہم میٹنگ  
 میں مصروف تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اسے

وہ سوچ رہا تھا قندیل سے تنہائی میں ملاقات ہو جائے گا کہ وہ ہر بات کھیر کر سکے اور اس کے جذبہ بات جان سکے اور جب وہاں جا کر طراز مسکی نہ پانی معلوم ہوا صرف قندیل ہے گھر میں تو جذبوں کی صداقت پر وہ جھوم اٹھا تھا۔ پھر سے پانچ ماہ سنا نہیں دن بعد وہ اس کے سامنے تھی جس کی خاطر وہ کسی

وہ قارئین جو بیرون ملک مقیم ہیں

**سہ ماہی**

12 ماہ کی قیمت 490 روپے

24 ماہ کی قیمت 900 روپے

**سہ ماہی**

12 ماہ کی قیمت 490 روپے

24 ماہ کی قیمت 900 روپے

**سہ ماہی**

12 ماہ کی قیمت 490 روپے

24 ماہ کی قیمت 900 روپے

[illegible]

0300-8264242 رابطہ: طاہر احمد لکھنوی

۱۹۲۷

نئے افق اپنی کیشرز

تفصيل

AhmedChambor Dr. Billmorla Street I.L Chundiroar Road Karachi-74200  
Email:info@aanchal.com.pk



نہایت ہمتاؤ و یارماتوں کے لیے جس تیزی آگئی۔

عمیر نے بڑی حیرانی سے بھائی کے چہرے کے  
برائے تمام رنگ ملا جلا کیے تھے۔

”میں نے تو کوئی بات ہے اس میں ایسا تو ہوتا ہے۔“

کشتا کشتن ہوتا ہے اس لئے مسکراتا جیسے سپ کے  
الوداع، دفن خاں جباری، دود بظاہر مسکراتا کر گیا ہوا تھا مگر  
دل میں صدائوں کا جھوم تھا۔

محبت کیا ہے؟ ایک سوز ایک سزا؟ ایک دھڑکن  
ایک بلا؟

میں اس میں اتنا پیچیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے ابھی صرف پیرپزل آیا ہے ماموں جان نے قندیل کو رخصت نہیں کر دیا بل اس کے کہ ماموں جان کوئی جتنی فیصلہ کریں آپ بھائی کا پیرپزل دے دیں جہاں بھائی کو آپ کی خواہش پر کیا انتظام ہوگا پھر قندیل لاکھوں میں ایک ہے ایسی خوب سیرت خوبصورت ایسی بھائی کے ساتھ جس کی

عصیر کے مشورے پر وہ اطلاق مہینہ رہا۔  
عشرت آرزو کے سے ہو کر رہا۔

”یہ مان، یہ حق ان بیٹوں کا ہوتا ہے جو  
بھائیوں کے لئے کر کے گھر والے سے رخصت ہوا

ہیں میں نے وہ سب حقوق اپنی ناعاقبت اندیشی سے  
مطلب کر دیئے اب میری کمرانہ سے یہ حق چٹا ہے

ہوں پھر جنید بھائی کے بھائی کا بیٹا ہے۔ بھائی شاید

پروانے کی طرح روزا چلا آیا تھا مگر اس نے اپنی  
 چھایوں کو پائید رکھا تھا۔ جذلوں کی لگان نہ چھوڑی تھی  
 بہت عارمل انداز میں ملا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ بات سے  
 بات نکلتی چلی گئی اور جب دل کی بات زبان پر آتا تو  
 چاہتی تھی کہ وہ ہی ہو جس کا ذکر تھا وہ اس کی زیادتیوں  
 کو فراموش نہ کرتی تھی اس کے بے اختیار ہنسے والے  
 آنسو اس بات کے گواہ تھے اپنے جھڑلوں کی شکست  
 پر وہ اس قدر یکھیرا تھا کہ پھر وہاں ان کے بے حد  
 اصرار پر وہ رگ نہ دھکا تھا اور فرسٹ فلائٹ سے ہی  
 واپس آگیا تھا۔

”نیکی! گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟“  
 ”جی؟“ وہ ابھی آنکس سے آیا تھا دل میں پکے ہی  
 ویشیش رشتاں تھیں گھر میں غیر مضمحل خاموشی نے  
 جنہیں مزید پڑھا یا تھا وہ برف کیس رکھتے  
 ہوئے تھے۔

”مئی کے سر میں دو بے ہوا بچے روم بیٹے ہیں۔“  
 فنی کی بھاری آواز اس کے رونے کی غماز بھی مئی کی  
 طبیعت خراب نہ ہو وہ پریشانی سے ان کے روم کی  
 طرف بڑھا تھا مگر اپنا نام سن کر اسے وہیں رکنا پڑا  
 تھا۔

”میری زندگی کی اولین خواہش ہے کہ قندیل اس گھر کی بہو بنے ایک طویل عرصے سے میں بھی خواب و محنت آ رہی ہوں لیکن پہلے جہان کے پرے ملک کے بہت توڑی ہوئی لیکن میں نے سوچا تھا یہ سب بقی خیر اور غلط نہیں ہے جلد میں اسے راضی کر لوں گا۔“

دوسرے لمحے ان کی سسکیوں کی آواز کے ساتھ  
عمیر کی کمری دینے کی آواز بھی شامل ہوئی تھی اب رہنا  
فصل تھا۔ ہوا اس قدر تازہ رہا۔

”کیا بوائے! روکیوں رہی ہیں آپ؟“ وہ ان کے

میں بھی جائیں تو وہ نہیں مانگی گی۔"

محرمت جو سسٹلوں کی امین ہے عزت و وقار کی  
 علمبردار ہے اس کے شانوں پر علیٰ تربیت و بے مثل  
 اوصاف و کردار کی فہم واری ہوئی ہے جس ودا یک  
 قدم کی اغزش کی بھی سراسر اسی حیات ادا کرتی ہے اپنی  
 پسند کا جیون ساتھی پاسبان کی خاطر وہ سب کچھ کراتی  
 جس پسند اس فیصلے کا پچھتاوا تو ان کا تمام عمر ہی رہا  
 ملاقات جس سے حوا تھا۔

میسر بھی ان کی بات کی انہی نہ کر سکتے تھے حضرت کو جو  
میں سے مستقل جڑی رہنے کی آس تھی وہ کیا نوئی کر یا  
وہ زمین کی ہی ہارنے لگیں ہارٹ ایک کے باعث  
انہیں فوراً اسپتال ایڈمٹ کیا گیا۔ موت وزست کی  
مکملش میں بتا وہ ایک نشتے تک انتہائی نگہداشت  
کے باعث ہیں یہی تھیں اس دوران لاہور سے قندیل  
کی پڑنا چلی آئی تھی ان کی نند آج بھی تھیں  
دوسرے سسرالی توان سے حلقہ رکھتے ہیں۔

طبیعت اچھڑ رہی ہو تو بقیہ ڈسچارج ہو کہ گھر  
آئی تھیں کمزوری تو ان کو بہت سی گھر سے کو یہ نشان  
ان کی گھڑی سے لے کر ہو اچھا۔

بھائی! اب تو آپ کی طبیعت بالکل ٹھیک ہے  
پھر کیوں آپ اس قدر رونا دھونا موش ریتی ہیں؟ بچے  
پہلے ہی آپ کی بیماری کی وجہ سے ڈسٹرب ہیں اس پر  
آپ کا یہ انداز انہیں مزید پریشان کر رہا ہے۔ یعنی  
روٹی ریتی ہے اسے تھکدیل نے سنبھالا ہوا ہے بلکہ گھر  
کا نظام آپ کی بھائی اور ان کی بہو نے سنبھالا ہوا  
ہے آپ کی سنی بہت اچھی ہے آپ کے بھائی کے  
اخلاق کی میں گرویدہ ہو گئی ہوں۔ آپ تو بہت اعلیٰ  
خاندان سے تعلق رکھتی ہیں معاف کر دیجئے گا آپ کو  
مجھنے میں غلطی ہو گئی۔

آمنگی بات پر وہ دھیرے سے مسکرا کر کہیں۔

عشرت کی طہیجیت اب قدرے سنبھل گئی تھی یا  
اتنی محرومیاں حاصل کر چکی تھیں کہ قندیل کو کھونے کی  
محرومی بھی انہیں برداشت کرنے کا حوصلہ دے چکی تھیں  
تو حالات سے غیر آزار ماہ ہونے کے لیے تیار تھیں۔

لاہور سے آئے ہوئے ان سب نے بھی رحمت  
سفرِ باہر کا تھا ایسے میں نیٹا قندیل کو روکنے کے لیے  
بھندھی اٹھی جانا تو وہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ پیچھو مکمل  
بھستہ مندو لکھنا چاہتی تھی مگر حسان کی ذات اس کے  
فرار کی وجہ بن رہی تھی اس شخص نے پہلے والا روٹیہ  
روتہ رکھا تھا لیکن اس کی پرچھائیاں سے بھی وہ دور  
بھاگتا تھا اور اس کی یہ نفرت اس کے دل کو چر کے  
لگا دیا کرتی تھی وہ نو پہلے ہی جنید کے رشتے کی وجہ  
سے چھین تھی اور یہاں اس کی بیگمائی نے دلی کا  
خوار ہو کر رہنا تھا۔

”نسخہ اپنی؟“ وہ چونک کر اس کے سامنے بیٹھی اس کے رویے پر رونا نہ تھی بے مہوش اس کی آمد پر ہونکلا کہ درخ پھیر گئی۔

”یعنی! قتل کو مست روگو۔ اس سے جانے دو میں نہیں چاہتا کہ اس کا یہاں موجودگی ممی کی کیمبرجس کی خرابی کا باعث ہے۔“

”پتھچو کا نام کیوں لے رہے ہیں صاف کہیں میری موجودگی سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے نہ معلوم کیا بنا کر آپ نے اس کا؟ آپ کیوں اس کی بات پر وہ حد تک کھینچ کر رہ گئے۔“

”تو...م“ اسے بے تحاشہ راتے لپکے کر وہ  
 فروں ہو گیا تھا۔

”جی... میں اس میں کبھی یہ میرا خیال ہے مگر  
آپ حج حج پتھر ہیں اور پتھروں پر کبھی بھلا کبھی  
جذباتی اثر انداز ہوتے ہیں“ بے تحاشہ بدلتے  
ہوئے وہ... دو بات روائی میں کہہ گئی جو کبھی اس



”طرح اس کے لیوں سے نکلنے والی زنجی حسان نے چونک کر بڑی گہری نگاہوں سے اس کے جھکے ہوئے چہرے کو دیکھا جہاں وہی جذبے بکھرے ہوئے تھے جنہوں نے اس کے اندر اضطراب و اضطراب کی آگ وہ کارکن تھی۔ محبت محبت کا عکس ہونی ہے پھر وہ اس عکس کو کیونکر نہ پہچانتا۔“

”بالکل نلک خیال ہے تمہارا۔“ وہ قریب آ کر سرگوشیاں انداز میں بولا۔ اگرچاہت وہ طرف تو جذبے کھر سے ہوں تو سنگ بھی موسم ہو جاتے ہیں بھول بن جاتے ہیں پہاڑوں پر کھلے بھول جتے جھرنے گرتے آبشار محبت کی ہی تو کرشمہ سازی ہے۔“

قدیل کے اندر برقی سی دوڑی تھی اس کا چاہت سے لہر بڑھ رہی تھی لگاؤ آ میر انداز اس کو تھیر کر گئے وہ رونا بھول کر بیٹھا گئی۔

”مجھے احساس ہے میں نے تمہارے ساتھ بہت زیادتیاں کی ہیں بے حد ستا رہا ہے لیکن وعدہ اب سب سے بڑھ کر پیار بھی دوں گا۔“

وہ سینے پر بازو لیئے اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا اسے بڑا شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا لیوں پر دکھل مسکراہٹ تھی۔

”مجھے تنگ کرنے کا آپ کا یہ کوئی نیا ذھونگ ہے ابھی آپ مجھے یہاں سے بھگانے پر تیار تھے مئی سمجھ کر کیا کہہ رہے تھے یاد ہے آپ کو؟“

”قدیل! میں وہ شخص نہیں ہوں جو محبت کے اظہار کی لینا سمان سے تارے توڑا لائے پہاڑوں کی چوٹیاں سر کر لینے کے جو دمورے کرتے ہیں میں ایک عام سا پریشانی بندہ ہوں جو محسوس کرتا ہوں ویسا ہی رد عمل کرتا ہوں پہلی بار جب تم یہاں آئی تھیں اتب مجھے محسوس ہوا تھا تم مجھے ڈی گریڈ کرنے مجھے اپنوں سے دور کرنے آئی ہو تب میرے اندر تمہارے

خلاف عنصر نفرت تھی جس کو میں نے بھی چھپانے کی کوشش بھی نہ کی کیونکہ میں دو غلط پن و منافقت کو پسند نہیں کرتا تمہاری وہ باتیں جو سچ ہوتی تھیں تمہارے جانے کے بعد مجھے شدت سے احساس دلانے لگیں کہ میں غلط ہوں میرا رویہ کسی کے ساتھ بھی درست نہیں تمہاری موجودگی میں گھر گھر لگتا تھا مئی کے چہرے پر سکون مسکراہٹیں تھیں اور مئی کی زندگی کا احساس دلانے لگی۔ یہ فرحت بخش احساسات تم اپنے ساتھ ہی لے گئیں گھر کی بہاریں و برساتوں میں بدل گئیں اور تمہاری ایک ایک بات مجھے میری کوتاہیوں کا پتہ دیتی تھیں۔ اس کے چہرے سے اکثر پین و ریگا کی غائب وہ بے حد نام لگ رہا تھا۔ میں نے اپنا رویہ بدلا تو مائل بدلنے میں زیادہ وقت نہیں لگا تنکیفات کی دیواریں گرتی تھیں ہم سب قریب آ گئے تھے پھرنا معلوم مجھے گھر میں کیسی لگنے لگی۔ ایک وجود ایک چہرے کی منشا ہی لگا ہیں رہنے لگی تھیں اور جب دل کی طلب پر یقین ہوا تو میں سید حال ہو رہا تھا کہ تم سے معلوم کر سکوں شاہراہ حیات پر میرے سب سنگ چل سکوں یا نہیں؟۔۔۔ لیکن بات میں نے شروع کی مئی تھی کہ تم نے آنسو بہانا شروع کر دیے اور میں بڑا دلبرداشتہ ہو کر وہاں سے اٹھ آیا تھا۔ میں سمجھا تم مجھے معاف نہیں کرو گی۔۔۔۔۔ یہاں میں جذبول کی سریشی سے تہرہ زما تھا ہی کہ مئی کے پاس ماسوں کا تاج آیا کہ تمہارا پر پول آیا ہے مئی جو تمہیں اس گھر میں لانے کی خواہش ہا معلوم کب سے رہتی تھیں یا شاید مئی کے سسرال میں دی جانے والی پارٹی میں لوگوں کے خیالات اور سوالات نے ان کے ساتھ ساتھ ڈسٹرب کیا تھا۔“

وہ چند توقف کو چپ ہوا پھر شوخی سے گویا ہوا۔ ”پوچھو گی نہیں۔۔۔۔۔ وہ کیا سوالات و خیالات

تھے۔“

”کیا تھے؟“

”وہ لوگ تمہیں میری مگر تر سیکھ رہے تھے بلکہ میرے چند فریڈز کو میرے منع کرنے پر بھی نہیں آیا تھا۔ مئی کو تو بالکل یقین نہیں تھا۔“

”آپ مجھے بے وقوف مت بتائیں میں آپ مئی میں اندر بند نہیں۔“ مئی کے نام پر وہ چمک کر گویا ہوئی تھی۔

”تمہارے بات مست کر دیا اگر ایسا ہوتا تو کون روک سکتا تھا مجھے؟ بولو میں نے کبھی کسی کی پروا نہیں کی اور میں نہ ان میں سے ہوں جو ہاتھوں میں دل لیے پھرتے ہیں اگر تمہاری آنکھوں میں ابھی وہ رنگ میں نہ کچھ لیتا جن سے میری دنیا آباد ہے تو سرتے دم تک کوئی بھی میرے دل کا حال نہ جان سکتا تھا اور نہ میری زندگی میں کوئی دوسری لڑکی آ سکتی تھی۔ اس کے انداز میں وہی خصوصیات سر دہری دہاتی تھی۔“

”آپ شے کیوں کر رہے ہیں؟“

”میں غصہ نہیں کر رہا سمجھا رہا ہوں تمہیں۔۔۔۔۔“

وہ نرم لہجے میں بولا۔

”سمجھانے سمجھانے میں عمر نکل جائے گی بھائی جان پہلے مئی بول پر حوا میں پھر ساری عمر سمجھاتے رہے گا ورنہ آپ کی عمر تو نکلے گی سو کچھ گی میں غریب مفت میں مارا جاؤں گا۔“

”اے سب اندر داخل ہو گئے تھے میرے آتے ہی دہائی دنیا شروع کی تھی۔“

”اس کو کہتے ہیں لڑکا لڑکی راضی تو کیا کرے گا تھیں؟“ بھائی نے انداز آتے ہی ہنستے ہوئے اسے ہنساتے ہوئے کہا تھا۔

”قاضی! مئی کرے گا جو اس کا کام ہے یعنی نکاح پر حملے گا۔“ عیسر نے حسان کے شانے پر بازو

رکھتے ہوئے کہا۔

”یہاں آپ کی روحا منائی ختم نہیں ہوتی وہاں آتے پچھونے ماموں جان سے بات کر لی ہے بلکہ راضی کر لیا ہے قدیل کو ہماری بھائی ہانے پر۔“ مئی بڑے پر جوش انداز میں قدیل سے لگتی تھی۔

”ماموں جان کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوا؟“

حسان نے بے ساختہ کہا۔

”انہیں کیوں اعتراض ہونے لگا۔ جب بہن بھائی سے محبت کا قرض مانتی ہے تو بھائی کس طرح منع کر سکتے ہیں پھر جب ساتھ ہم جیسے سسرالی ہوں تو بھائی نامراد کیسے لوٹ سکتی تھیں یو گندا سے آنے والے گیندے کو ہم نے داخل ہونے ہی نہ دیا لوسب سے پہلے تم مت بیٹھا کرو۔“

ہاتھ میں پکڑے لو کرے سے گلاب جاہن انہوں نے حسان کے منہ میں ڈالا تھا پھر قدیل کی طرف بڑھ گئیں جو سر جھکائے شرم سے سرخ چہرہ لیے کھڑی تھی۔

”میں نے پہلی بار دیکھتے ہی فیصلہ کر لیا تھا اس چاند جیسی لڑکی کو تو اس گھر کی روشنی بننا ہے کل سے رمضان المبارک شروع ہونے والے ہیں عید کے پہلے ملتے میں ہی ہم یاد دلاتے کرتا رہے ہیں تمہیں ہمیشہ کے لیے امان کے لیے۔“ وہ قدیل کو مٹھائی کھلاتے ہوئے خوشی سے کہہ رہی تھیں۔

حسان کے وجہ چہرے پر مسکوں دسرتوں کے رنگ جھلکا رہے اس کی شوخ نگاہیں مسکرا رہی تھیں جن میں قدیل کا عکس مقید تھا۔

59